

میشت کوں مت بکھے!

ایک برس پہلے خان صاحب کی حکومت بالکل نئی آئی تھی۔ اکثریت سوچ رہی تھی کہ ملک کے دن بدل گئے ہیں۔ یہ بھی یقین تھا کہ ملک سے باہر رہنے والے پاکستانی، اتنا کثیر سرمایہ منتقل کریں گے کہ ہمارے معاشی حالات بہتر ہو جائیں گے۔ دل سے عرض کر رہا ہوں کہ اس وقت ملک کی فضا میں ایک اعتماد اور ثابت تبدیلی کے مستند اشارے موجود تھے۔ انہی دنوں میں یورپ سے مجھے ایک پاکستانی دوست کا فون آیا۔ وہ ایک حیرت انگیز انسان ہے۔ انہتائی ذہین اور کاروبار کی ہرگز کو سمجھنے والا آدمی۔ زندگی کے ایسے ایسے نشیب دیکھے کہ خدا کی پناہ۔ ساتھ ساتھ ایسی ایسی بلندیاں آئیں کہ انسانی عقل حیران ہو جاتی ہے۔ نام نہیں لکھ سکتا۔ اسلیے کہ اجازت نہیں لی۔ اس شخص کی اپنی زندگی بھی ایک حیرت انگیز داستان ہے۔ اس پر کسی اور وقت لکھوں گا۔

فون پر بتایا کہ میں پچھیں سال بعد پاکستان آ رہا ہوں۔ دل چاہ رہا ہے کہ نئی حکومت معرض وجود میں آئی ہے۔ لہذا اپنے وطن جا کر کاروباری حالات کا جائزہ لوں۔ پھر کوشش کروں گا کہ اپنی دھرتی پر باہر سے پیسہ منگوا کر کاروبار میں لگاؤ۔ خیر دو ہفتہ بعد، میرا دوست لا ہو ر آگیا، اہلیہ بھی ہمراہ تھیں۔ بڑی مہارت سے کاروباری حالات کا جائزہ لیتا رہا۔ تین چار دن کے بعد کہنے لگے کہ بڑی آسانی سے یہاں آٹھ سے دس بلین ڈالر کی سرمایہ کاری کرو سکتا ہوں۔ صحت کا شعبہ اسے اس کام کیلئے پسند آیا۔ خیر واپس جانے کے بعد فون پر رابطہ رہا۔ اب اس نے چند معاشی ماہرین کے ساتھ پاکستان آنے کا فیصلہ کیا تا کہ ایک اعلیٰ سطح کی فیزیبلٹی رپورٹ بن سکے۔ ٹیم سے دو تین دن پہلے اسلام آباد آگیا۔ ایک دن بعد انہتائی پریشانی میں فون آیا کہ اسکے ساتھ جو ماہرین آئے تھے، انہیں ایئر پورٹ پر روک لیا گیا ہے اور تقریباً بیس گھنٹے سے وہاں موجود ہیں۔ معلوم ہوا کہ جس ملک سے انکا تعلق تھا، اسے حکومت پاکستان نے ”ویزہ آن اراؤں“ یعنی ایئر پورٹ پرویزہ دینے کی سہولت کا بندوبست کیا ہوا تھا۔ وہ گورے اسی لست کے مطابق پاکستان آگئے۔ خیال تھا کہ ایئر پورٹ پرویزہ مل جائیگا۔ ہاں، پاکستان کے سفارت خانے نے بھی یہی بتایا تھا۔ جب اسلام آباد ائر پورٹ پر اُترے، تو انہیں پتہ چلا کہ ملکوں کی فہرست تبدیل ہو چکی ہے۔ انکا ملک، اب اس فہرست میں شامل ہی نہیں ہے۔ ازحد پریشان ہو گئے۔ میرا دوست نے جب مصیبت سے آگاہ کیا تو مل جل کر ان ماہرین کیلئے پاکستان کا تین دن کا ویزہ ایشواریا گیا۔ گورے اس وقت تک بجھ چکے تھے۔ تین دن میں، ہمارے ملک میں جو دیکھ پائے، غور سے دیکھا اور پھر واپس چلے گئے۔ اپنے دوست کے پاس گیا تو کہنے لگا کہ یہاں حالات بہت حوصلہ افزاء ہیں۔ مگر یہ ماہرین مطلع کر کے گئے ہیں کہ بھی واپس پاکستان نہیں آئیں گے۔ خیر یہ پہلا جھٹکا تھا۔ سب برداشت کر گئے۔ اسی دن، رات کے کھانے کے بعد میرا دوست کہنے لگا کہ دنیا کے اکثر مالیاتی ادارے اور بینک، پاکستان میں کاروبار کرنے والوں کو ترجیحی بندیاں دوں پر سرمایہ فراہم کرنے کیلئے تیار ہیں۔ یہ ایک نایاب بات ہے۔ اسکا فائدہ اٹھانا چاہیے۔ یہ بھی کہنے لگا کہ ہوسکا تو وزیر اعظم عمران خان سے ملاقات بھی کرنی ہے۔ خیر ملاقات نہ ہو سکی۔ کیونکہ جس بھی سرکاری یا سیاسی معتمد خاص سے بات کی، اس نے باقاعدہ تفتیش شروع کر دی کہ یہ غیر ملکی تاجر کوں ہیں۔ کیا ہیں۔ وزیر اعظم سے کیوں ملتا چاہتے ہیں۔ انکے معاملات کیا ہیں۔ جو شخص پاکستان میں آٹھ سے دس بلین ڈالر کی سرمایہ

کاری لارہا ہو، اسے تو ”ریڈ کارپٹ“، ویکلم ملنا چاہیے تھا۔ بہر حال ایسا کچھ نہیں ہوا۔ بتدرج محسوس کیا کہ میرادوست کافی رنجیدہ ہو چکا ہے۔ بہر حال میں نے مقدور بھرہ مت بندھائی۔ وہ ایک دوبارلا ہور، کراچی اور اسلام آباد آیا۔ ہر وقت رابطے میں رہتا تھا۔ مگر پھر ایک دم اس نے رابطہ از حد کم کر دیا۔ ایک دن فون پر انتہائی سنجیدگی سے کہنے لگا کہ بین الاقوامی مالیاتی اداروں اور بینکوں کی ترجیحات بدل چکی ہیں۔ اب وہ پاکستان میں سرمایہ کاری کرنے سے بہت گریزاں ہیں۔ میرے لیے یہ بات بہت پریشان کن تھی۔ یہاں تک کہنے لگا کہ دنیا کے طاقتو ردار الحکومت فیصلہ کر چکے ہیں کہ پاکستان کے اندر ورنی حالات جوں کے توں ہیں۔ کاروباری خود اعتمادی کی اُز حد کی ہے۔ لہذا یہاں سرمایہ کاری کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ میرے لیے یہ ایک انتہائی فکروالی بات تھی۔ چھ ماہ پہلے کی منفی گفتگو اب حقیقت بن کر سامنے آچکی ہے۔ کوئی یہ ورنی سرمایہ کاری یہاں آنے کو تیار نہیں۔ اس دن سے آج تک اپنے دوست سے بات ہوتی رہتی ہے۔ مگر اب وہ پاکستان کا نام تک نہیں لیتا۔ پہلے ارادہ تھا کہ لاہور میں ایک گھر خرید لیگا اور خاندان سمیت آتا جا تارہ گا۔ مگر اب وہ اس بات کا ذکر تک نہیں کرتا۔ جس طرح اسکی نیک نیتی اور جذبہ حب الوطنی کا مقامی سطح پر مذاق اُڑایا گیا، اسکے بعد وہ اور اس کا خاندان پاکستان آنے کا خیال تک ذہن میں نہیں لاتا۔ مجھے حد درجہ دکھ ہے کہ ہم نے ایک ایسی سرمایہ کاری کو ملک میں آنے سے روک دیا، جسکے لیے وہ حضرات ہر طریقے سے تیار تھے۔ ہمارے بونے حکام کے پاس ان لوگوں سے ملاقات کا وقت تک نہیں تھا۔ مقامی افسران اور سیاستدان، صرف اپنا مالی فائدہ تلاش کر رہے تھے۔ میرادوست اب اتنا اکتا چکا ہے کہ وہ پاکستان کے علاوہ ہر ملک میں پیسہ لگانے کیلئے تیار ہے۔ اس واقعہ کا بہت کم لوگوں کو علم ہے۔ مگر مجھے اسکی تمام تجزیات معلوم ہیں۔ مگر اب بات کرنا عبث ہے۔ اسلیے کہ اس شخص کے صنعتی گروپ نے فیصلہ کر لیا ہے کہ پاکستان میں ہر گز ہر گز سرمایہ کاری نہیں کرنی۔ آٹھ دس بلین ڈالر کی سرمایہ کاری اگر ہمارے ملک کے کسی بھی شعبہ میں آجائی تو یقیناً مقامی حالات بہتر ہو جاتے۔

خبر یہ ورنی سرمایہ کاری اور ان بد قسمت پاکستانیوں کا ذکر رہنے دیکھنے جوانپے ملک کو ترقی دینا چاہتے ہیں۔ مقامی صنعتوں اور تاجریوں کے حالات دیکھیے۔ میرا تعلق فیصل آباد سے ہے۔ فیصل آباد ٹیکسٹائل کا گڑھ ہے۔ ویسے اب کراچی، اس کام میں بہت آگے نکل چکا ہے۔ فیصل آباد سے تعلق رکھنے والے کئی متمول تاجر میرے پرانے کلاس فیلو ہیں۔ ڈویژنل پیلک سکول کے حوالے سے نصف صدی سے زیادہ کی دوستی ہے۔ جب بھی ان سے بات ہوتی ہے، پریشان نظر آتے ہیں۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ ایک ہم جماعت بنس میں نے اپنی سینکڑوں شرلس لو میں بند کر دیں ہیں۔ انکی تعداد تین سو ہے اور مالیت تقریباً پانچ ارب کے قریب ہے۔ اس طرح چھوٹی لوموں والے، ہزاروں کی تعداد میں پاور لو مز بند کر چکے ہیں۔ لاہور میں ایک دوست سے بات ہوئی تو بتانے لگا کہ وہ تین ماہ سے کوئی پیسہ نہیں کمارہا۔ چنانچہ اب مزدوروں کی تنخواہ دینے کی الہیت نہیں رکھتا۔ اپنا کارخانہ بند کر رہا ہے۔ امیر آدمیوں کی اکثریت، غیر ملکی شہریت لے چکی ہے۔ ہمارے چند متمول حضرات بلغاریا تک منتقل ہونے کیلئے تیار ہو چکے ہیں۔ ذاتی طور پر معیشت کی سدھ بددھ نہیں رکھتا۔ مگر جس تاجر سے بھی بات کرتا ہوں، وہ اپنے دکھرے سنانے شروع کر دیتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس میں تھوڑا سا مبالغہ بھی ہو۔ مگر یہ تمام تر داستان گوئی تو نہیں ہے۔ اگر ایک تاجر مسلسل نقصان اور گھاٹے میں چلا گیا ہے تو اسکی چیخ و پکار جھوٹ پر منی نہیں ہو سکتی۔

ٹیکسٹ میں کو تھوڑی دیر کیلئے رہنے دیجئے۔ ریل سٹیٹ کی طرف آئیے۔ پہلا کھاری ہوں، جس نے تقریباً دس ماہ پہلے لکھا تھا کہ ریل سٹیٹ سیکٹر بر باد ہو رہا ہے۔ اس میں حد درجہ غیر یقینی صورتحال ہے۔ اس پر حکومت خصوصی توجہ دے۔ مگر عملاً یہ ہوا کہ ریل سٹیٹ سیکٹر میں سرمایہ کاری کرنے والے کو چور، ڈاکو بنانے کی مکمل کوشش کی گئی۔ سرمایہ کا رجھاگ گئے۔ جس قطعہ زمین کی قیمت مثال کے طور پر ایک روپیہ تھی، وہ آٹھ آنے میں بکنے لگی۔ لوگ، پلاٹ کی خرید و فروخت سے ڈر گئے۔ لاہور ڈیفس میں کسی پر اپر ڈیل کو اعتماد میں لیکر پوچھیے، آپ کو صاف صاف بتا دیگا کہ یہ سیکٹر کمکمل طور پر سست روی کا شکار ہے۔ لاہور ڈیفس میں درجنوں نہیں، بلکہ سینکڑوں تعمیر شدہ گھر مہینوں سے کھڑے ہوئے ہیں مگر ان کا کوئی خریدار نہیں۔ کھربوں کی سرمایہ کاری رُل چکی ہے۔ آج بھی سمجھتا ہوں کہ ملک کے تمام کاروبار کی ریڑھ کی ہڈی، ریل سٹیٹ تھی اور ہے۔ مگر آج کی تاریخ تک اس سیکٹر کی اہمیت کو تسلیم کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ بلکہ اب تو صورتحال یہ ہو چکی ہے کہ پر اپر ڈیل اپنے ملازم میں کی کانٹی چھانٹی کرنے میں مصروف ہیں۔

قطعائی عرض نہیں کر رہا کہ معیشت کو Document نہ کیا جائے۔ تاجر حضرات یا کاروباری لوگ جس عملت میں مشغول ہیں، اسکی تصحیح ہونی چاہیے۔ مگر سوال طریقہ کارپر ہے۔ اس پر سنجیدہ بحث ہونی چاہیے۔ سیاست سے بالاتر ہو کر فیصلے ہونے چاہیں۔ یہاں تک عرض کروزگاہ کے سیاسی جماعت سے وابستگی سے بالاتر ہو کر اہل ترین سیاستدانوں، ماہرین اور تاجروں کا ایک تھنک ٹینک بنانا چاہیے۔ جو کاروباری طبقے کی مشکلات کو سمجھتا ہو اور مسائل کو حل کرنے کیلئے فیصلہ سازی میں متحرک کردار ادا کرے۔ موجودہ معاشی صورتحال حد درجہ خوفناک ہوتی نظر آ رہی ہے۔ نہ کسی کی عزت محفوظ ہے اور نہ ہی کاروبار۔ اس وقت سرمایہ کاروں اور حکومت کے درمیان بہت وسیع خلیج موجود ہے۔ اسے عبور کرنا تو دور کی بات، یہ خلیج ہمارے لیے زہر قاتل بن سکتی ہے۔ حکومتی اکابرین کو چاہیے کہ ہر کام چھوڑیں، بلکہ صنعت کاروں، کاروباری حضرات اور تاجروں کو ساتھ لیکر سب سے پہلے اعتماد کی فضاقائم کریں۔ مضبوط فیصلے کریں۔ ایسے فیصلے جو قوم کی سمت بہتر طرف لے جاسکتے ہوں۔ مگر اس وقت تو یہ اعتماد سازی ہوتی نظر نہیں آ رہی۔ معیشت کسی بھی ملک میں سونے کا انڈا دینے والی مرغی ہے۔ ہم نا تجربہ کاری، نا اہلیت اور بلوغت سے عاری ہو کر، اس مرغی کو ہی ذبح کرنے کی بھرپور عملی کوشش کر رہے ہیں۔ اس کا انجام پورے ملک کیلئے کتنا عبرناک ہو سکتا ہے، جس کا تصور کرتے ہوئے بھی خوف آتا ہے۔ مگر ہم تو مکمل طور پر بلکہ بیوقوفانہ حد تک بے خوف لوگ ہیں؟

راو منظر حیات